ڈاکٹر غلام محمد

اِک پیکرِ محبوبی

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گردِ شہر
کز دیو و دد ملولم و انسانم آرزوست

پیر رومی نے آج سے سات سو برس پہلے اس حسرت بھری آرزو کا اظہار کیا تھا' حالانکہ اس وقت پھر بھی جنسِ انسانی ایسی نایاب نہ ہوگی' مگر آج کے دور میں تو یہ محض خوش بختی کی بات ہے کہ کسی متلاشی کو کہیں کوئی ''انسان'' مل جائے' وہ انسان جو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کا مصداق' قالب وقلب دونوں اعتبار سے ہو' جو کھلی نظر میں تخلیق ربانی کا شاہکار دکھائی دے جائے' اور محبوبیت کا پیکر ہو..... وہ نہ دیو ہو نہ فرشتہ' بلکہ ہو ''انسان''۔ ہر مخلوق سے والا شان۔

مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی ہلکی سی عکاسی اسی زاویہ سے ایک ایسے مصور کے ذریعہ ہوگی جس کا تعلق اس ہستی سے نہ نرے اعتقاد کا تھا' نہ شاگردانہ اعتراف کا' بلکہ وہ اس کی زندگی کی ''زیباروی'' کا دلدادہ تھا' اس کی انسانی عظمت کا قدرشناس تھا۔

مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے اس مہجور کا قریبی رابطہ غالباً ۱۹۵۴ء سے قائم ہوا۔ گو تعارف کا شرف اس سے تین سال قبل سے حاصل تھا۔ جب قریب سے دیکھا تو دل نے کہا کہ یہ ایک عالم ''عبقری، سریع الذہن، قوی الحافظہ اور پیکر عمل'' ہی نہیں، بلکہ وہ ہیں جس کی تلاش تھی۔ ایک اچھے انسان، اقدار انسانی کو علم لفظی سے زیادہ اہمیت دینے والے، دوست دار و دوست نواز! دل شناس و دلدار! پھر جتنا جتنا تعلق بڑھتا گیا وہ ایک پیکر محبوبی نظر آئے۔ اظہار میں بھی اور سکوت میں بھی! بگڑنے میں بھی اور سنورنے میں بھی۔ غیض وغضب میں بھی، شفقت و ترحم میں بھی، عروج میں بھی، نزول میں بھی۔

سیرت یوسفی کے جمال معنوی کا سب سے پرکشش پہلو ''وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ

عالمانہ ثقل کی بجائے ادیبانہ لطافت اور شاعرانہ نزاکت رحمت الٰہی کا مژدہ پر مژدہ! خود بھی جھوم رہے تھے اور سامعین بھی مست وسرشار، جگر کا یہ شعر ایک عالم وزاہد پر پوری طرح چسپاں ہورہا تھا:

شباب رنگین ، بہار رنگین ، وہ سر سے پا تک تمام رنگین
تمام رنگین بنے ہوئے ہیں تمام رنگین بنارہے ہیں

کھانے پینے میں بھی مولانا کا ذوق نہایت نفیس اور معیاری تھا، وہ کسی پکوان کی جب داد دیتے تو صرف سبحان اللہ یا واہ واہ نہیں ہوتی تھی، بلکہ اپنی ذوق شناسی کا ثبوت اس طرح دیتے کہ اس کے ذائقہ میں مصالحوں کے توازن اور ذائقہ کی اصل عمدگی کی طرف بھی ضرور اشارہ فرماجاتے تھے، جگر مراد آبادی نے اپنے مجموعہ کلام ''شعلہ طور'' کا انتساب بہادر یار جنگ مرحوم کے نام سے کیا ہے، اور وجہ یہ ظاہر کی ہے کہ ان سے زیادہ ''صحیح'' شعر کی داد دینے والا، انہوں نے کسی اور کو نہیں پایا، مولانا سے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ: دسترخوان کی صحیح داد دینے والا میں نے ان سے بہتر کوئی نہیں دیکھا، اس مہجور نے مولانا کے دسترخوان پر بارہا ان کے ذوقِ طعام کا لطف اٹھایا اور اپنے دسترخوان پر ان سے داد حاصل کی تھی، چائے تو بلاشبہ جیسی وہ اپنے دستِ خاص سے بنا کر پلاتے تھے، کم پینے میں آئی۔ مولانا اس کا اصول بھی بیان کرتے تھے کہ پیالی میں پہلے شکر ڈالی جائے، پھر چائے اور پھر دودھ اور دودھ جب ڈالا جائے تو پہلے بالائی اس کے اندر گھول لی جائے، ورنہ چائے کا لطف جاتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ غریب خانہ پر ازخود تشریف لے آئے، چائے پیش کی گئی، ایک چسکی لی اور فرمایا ''خوب بنی ہے۔'' اگر دو منٹ اور زیادہ دم دی جاتی تو تلخی پیدا ہوجاتی۔ دم دینا ہر ایک کو نہیں آتا۔

مولانا کھانے پینے کے برتن بھی نہایت عمدہ رکھتے تھے، اور برتنے کی چیزوں میں جدید ترین چیزیں ان کے ہاں نظر آتی تھیں، اس معاملے میں ان کا حال، **قل من حرم زینة اللّٰہ التی اخرج لعبادہ والطیبت من الرزق** کی حقیقت کا بے غبار آئینہ تھا۔

لباس میں بھی وہ صاحب ذوق انسان تھے، صاف ستھرا اجلا لانبا کرتا اور ٹخنوں سے اونچی شلوار اور اس پر رنگین عبا، کبھی سیاہ اور کبھی ہلکے سنہری رنگ کی، جوان کے گورے گورے، میانہ قامت اور وجیہ شکل وصورت پر خوب کھلتی تھی، سر پر کوئی ڈیڑھ پونے دو گز کا رومال، کبھی سفید اور اکثر ہلکی چوکڑی والا ہوتا تھا، جو بڑی خوبی سے باندھا جاتا تھا اور اس رومال کے اندر سبز رنگ کی ٹوپی عمامہ سے قدرے ابھری ہوئی بہت زیب دیتی تھی، ان کے مریدوں کو تصوّرِ شیخ قائم کرنے کے اہتمام کی کوئی حاجت نہ تھی، خود بخود نگاہوں میں اتر آئے اور ذہن پر مرتسم ہوجاتے تھے، ان کا جمالیاتی ذوق انہیں دوسروں کے لباس پر بھی جمالیاتی نگاہ ڈالنے پر مجبور کرتا تھا، جہاں لباس کی موزونیت نظر آتی، ان کی زبان سے بے ساختہ تعریف نکل جاتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کے سر پر جناح

کیپ بہت کھپ رہی تھی' مولانا نے فوراً داد دی۔ ایک عید پر راقم الحروف سیاہ حجازی عبا پہنے حاضر خدمت ہوا' مولانا کی نگاہ عبا پر گئی' فرمایا: یہ اونٹ کے بال کی بنی ہوئی ہے اور سب سے قیمتی عبا ہے' میں نے عرض کیا کہ: یہ عبا مجھ کو اپنے ایک بزرگ خاندان سے ملی ہے اور ان کو سلطان عبدالعزیز مرحوم نے ہدیۃً عنایت کی تھی' فرمایا کہ: یہی تو میں دیکھ رہا تھا' ایک مرتبہ میری شیروانی کا کپڑا ڈیزائن کے لحاظ سے کچھ یونہی سا تھا' مولانا نے دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ یہ آپ کو کیسے پسند آ گیا؟

مولانا کتابوں کے رکھنے اور ان کے برتنے میں بھی بڑے باذوق تھے۔ ہر کتاب کا عمدہ سے عمدہ ایڈیشن خریدتے اور نفیس ترین جلد بنواتے اور اس نفاست سے پڑھتے تھے کہ کسی صفحہ پر کہیں کوئی داغ دھبہ یا قلم اور پنسل کا کوئی نشان نہیں ہوتا' ان کی طالب علمی کے زمانہ کی کتابیں آج تک نئی کی نئی معلوم ہوتی ہیں' اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کا جمالیاتی ذوق بعد میں نشو ونما نہیں پایا تھا' بلکہ وہ پیدائشی طور پر یہ ذوق اپنے ساتھ رکھتے تھے' اور بدذوقی سے ان کی لطیف طبیعت مکدر ہو جاتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک اور عالم کی موجودگی میں، میں نے اپنی ایک تالیف مولانا کی خدمت میں پیش کی' ان عالم نے مولانا کے ہاتھ میں سے وہ کتاب لے لی کہ پہلے میں دیکھ لوں، پھر آپ پڑھئے۔ مولانا خاموش ہو رہے اور وہ عالم کتاب لے کر چلے گئے' مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ: اب وہ کتاب میرے کس کام کی رہ گئی، میں تو ہرگز واپس نہ لوں گا' اس لئے کہ وہ صفحہ اس بری طرح پلٹتے ہیں کہ وہ مڑ جاتا ہے اور پھر درمیان درمیان میں لکیریں بھی کھینچ دیتے ہیں' مجھ سے ایسی کتاب پڑھی نہیں جاتی۔

جمالِ یوسفی کی پوری عکاسی کون کر سکے' چند جھلکیاں ایک ناقص مصور جیسی کچھ پیش کر سکا' وہ ایک جذبہ والہانہ کا کرشمہ ہے' اس کو اس بات کا پورا شعور ہے کہ اس کا ممدوح مخدوم العلماء ہی یگانہ روزگار ہے' فخرِ ملت ہے اور اس شعور کے ہوتے دل لرزتا ہے کہ کوئی بات اوروں کی نہیں' خود اپنے ممدوح کی طبع لطیف پر ناگوار نہ گذر جائے' مگر ان کا تصور خود تسلی دیئے جا رہا ہے' سیرتِ یوسفی کا یہ پہلو دیکھنے دکھانے کا ضرور تھا' اچھا ہوا کہ پیش کر دیا گیا:

یوسف اس کو کہوں او رکچھ نہ کہے خیر ہوئی
گر بگڑ بیٹھے تو میں لائقِ تعزیر بھی تھا

اعلیٰ للہ مقامه وقدس سره العزیز

☆......☆......☆